چلتی ٹرین پر فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی کا حکم

(مجلس شرعی کے فیصلے کا تنقیدی جائزہ وعلمی محاسبہ)

{تصنیف}

تاج الشریعہ، قاضی القضاۃ فی الھند، حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

بریلی شریف

{ترتیب وپیش کش}

مفتی شمشاد احمد مصباحی جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو یوپی

{چلتی ٹرین پر فرض وواجب کی ادائیگی کا شرعی حکم}

{بسم اللہ الرحمن الرحیم}

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وآلہ وصحبہ الکرام اجمعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین

زیرنظر مقالہ ''چلتی ٹرین پر نماز کی ادائیگی'' کے بارے میں ایک فیصلے سے متعلق ہے ،جس میں کہا گیا ہے کہ چلتی ٹرین پر فرض وواجب حقیقی وحکمی ادا ہوجائیں گے بعد میں اعادے کی حاجت نہیں،اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے منع من جہۃ العباد کے سبب انگریزوں کے دور میں چلتی ٹرین پر فرض وواجب کی ادائیگی درست نہ ہونے کا جوحکم دیا تھا وہ اُس دور کے لحاظ سے تھا اور فیصلے میں مندرج حکم بزعم خود اعلیٰ حضرت کی عبارت کے مفہوم مخالف سے نکالا اور یہ دعوی کیا کہ چلتی ٹرین پر فرض وواجب کی ادائے گی صحیح ہے،یہ خود تصریحات اعلیٰ حضرت سے ثابت ہے۔

فیصلے کی نقل درج ذیل ہے، پہلے اسے بغور پڑھ لیں،پھر میری تجزیاتی تحریر وتنقیحی مضمون کا مطالعہ کریں،انشاءاللہ تعالیٰ میرے مختصر مقالے سے ان کے استدلال کی کمزوری اوران کے دعوؤں کا حال آشکار ہوجائے گا،اور یہ بات اظہر من الشّمس ہوجائے گی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جس بنیاد پر اپنے دور میں چلتی ٹرین پر فرض وواجب کی ادائیگی سے متعلق عدم جواز کا جوفتویٰ صادر فرمایا تھاوہی بنیاداب بھی برقرار ہے،اس لئے وہی حکم اب بھی برقرار رہے گا۔بنیاد کی تبدیلی کے بغیر حکم کو بدلنا ضرور اعلیٰ حضرت کی مخالفت،اورتصریحات اعلیٰ حضرت کے خلاف ہے۔

متفقہ فیصلے

{چلتی ٹرین پر فرض وواجب نمازیں جائز وصحیح ہیں،یہ خود فتاوی رضویہ سے ثابت ہے}

دوسری،تیسری،چوتھی نشست:۶/ ۷/رجب ۱۴۳۴ھ،۱۸/ ۱۷/مئی ۲۰۱۳ء،شنبہ،یک شنبہ

{اجمالی فیصلہ}

{بسم اللہ الرحمن الرحیم حامدًا و مصلیاً}

اس بات پر جملہ مندوبین کرام کا اتفاق ہے کہ موجودہ ریلوے نظام کے تحت چلنے والی ٹرینوں میں جب وہ چل رہی ہوں اس وقت بھی فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی جائز وصحیح ہے اور بعد میں ان کا اعادہ نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

اس پر تمام مندوبین نے دستخط ثبت فرمائے۔ پھر بعد میں ذرا تفصیل کے ساتھ یہ فیصلہ یوں تحریر ہوا:

{تفصیلی فیصلہ}

(مجلس شرعی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے بیسویں فقہی سیمینار)

(منعقدہ ٦/ ٧/ ٨/ رجب ۱۴۳۴ھ ۱۷/ ۱۸/ ۱۹/ مئی، جمعہ، سنیچر، اتوار، بمقام جامعۃ البرکات علی گڈھ)

{چلتی ٹرین پر فرض نمازوں کا حکم}

[اس عنوان کے تحت سوال نامہ میں یہ تفصیل دی گئی کہ فرض اور واجب حقیقی یا حکمی کی ادائیگی صحیح ہونے کے لئے زمین یا تابع زمین پر استقرار اور اتحاد مکان (تمام ارکان کی ایک جگہ ادئیگی) شرط ہے۔ مگر جب کوئی مانع درپیش ہو تو حکم بدل جاتا ہے۔ اگر یہ مانع یا عذر، سماوی ہے تو دونوں شرطوں کے فقدان کے باوجود فرض وواجب کی ادائیگی صحیح ہوگی اور بعد میں اس نماز کا اعادہ بھی نہیں۔ لیکن مانع اگر ایسا ہے جو کسی بندے کی جانب سے ہے اور وہ براہ راست یا بطور سبب قریب صحیح طریقے پر ادائے نماز سے روک رہا ہے تو حکم یہ ہے کہ بحالت مانع جیسے ممکن ہو نماز پڑھ لے پھر بعد میں اس کا اعادہ کرے۔

چلتی ٹرین میں استقرار علی الارض کی شرط مفقود ہے۔ ہاں اگر ٹرین رکی ہوئی ہو تو وہ تخت کی طرح زمین پر مستقر ہے اور اس پر نماز صحیح ہے] چلتی ٹرین میں استقرار سے مانع براہ راست بندہ ہے یا یہ بندے کے اختیار سے نکل کر مانع سماوی قرار پا چکا ہے؟ بصورت اول چلتی ٹرین میں ادائیگی کے

بعد اعادہ واجب ہے، بصورت دوم ادائیگی کے بعد اعادہ نہیں۔

اعلی حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ نے ۱۹۲۱ء میں یہ لکھا تھا کہ ''(ریل) انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں تو منع من جھۃ العباد ہوا۔اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے''۔(فتاوی رضویہ ج:۳،ص:۴۴،سنی دار الاشاعت مبارکپور)

بھارتیہ ریلوے کی تاریخ اور ریلوے نظام کی تبدیلی کا جائزہ لینے سے معلوم ہوا کہ آزادی ہند سے پہلے کچھ پرائیویٹ کمپنیاں ٹرین چلاتی تھیں، یہ ریلوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خود مختار ہوتی تھیں، ان کمپنیوں نے انگریزوں کے دور میں ان کے کھانے وغیرہ کے لئے ٹرین روکنے کی رعایت رکھی تھی اور مسلمانوں کی نماز کے لئے یہ رعایت نہ رکھی تھی اس لئے نمازی اس پر مجبور تھے کہ یا تو ٹرین رکنے پر فرض وواجب ادا کریں یا چلتی ٹرین پر پڑھیں، چلتی ٹرین پر پڑھنے میں استقرار کی شرط مفقود ہوتی اور اس سے مانع یہ پرائیویٹ کمپنیاں تھیں، جنھوں نے اپنے نظام میں مسلمانوں کی رعایت نہ رکھی اس لئے اعلی حضرت قدس سرہ نے اسے منع من جھۃ العباد قرار دے کر حسب امکان ادائیگی پھر بعد میں اعادہ کا حکم دیا۔

آزادی کے بعد ریلوے نظام پرائیویٹ کمپنیوں کے ہاتھ سے نکل کر خود حکومت کے ہاتھوں میں آ گیا۔حکومت نے منزل تک جلد پہونچانے اور مسافروں کی راحت رسانی کے خیال سے ایسی ٹرینیں چلائیں جن میں اسٹاپ کم سے کم ہو اور مسافروں کی بشری ضروریات کی فراہمی خود ٹرین میں مکمل کرنے کی کوشش کی۔اب جہاں کہیں ٹرینیں رکتی ہیں تو سب کے لئے، جہاں نہیں رکتی تو کسی کے لئے نہیں۔یہ صورت حال زمانۂ اعلی حضرت کے حال سے مختلف ہے اس لئے آج حکم بھی مختلف ہوگا ،جب ٹرین کسی فرد یا قوم یا جماعت کے خاص کام کے لئے نہیں روکی جاتی تو خاص نماز سے روکنے کا فاعل ریلوے محکمہ کو قرار نہیں دیا جا سکتا، کم از کم اتنا ضرور ماننا ہوگا کہ وہ منع نماز کا نہ مباشر ہے نہ اس کا سبب قریب۔اس لئے یہ منع اب منع من جھۃ العباد نہ رہا۔

اس کی ایک دلیل خود اعلی حضرت قدس سرہ کی مذکورہ بالا عبارت ہے۔اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک مفہوم مخالف نصوص کتاب وسنت میں اگرچہ معتبر نہیں مگر عبارت فقہا وکلام علما میں ضرور معتبر ہے۔

’’(ٹرین) انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں تو منع من جھۃ العباد ہوا۔‘‘(فتاوی رضویہ،ج:۳،ص:۴۴،سنی دارالاشاعت مبارکپور)

اس عبارت سے واضح ہے کہ اول کے لئے روکنے اور دوم کے لئے نہ روکنے کے سبب منع من جھۃ العباد ہونے کا حکم ہے۔اس کا مفہوم یہ ہوا کہ ’’اگر دونوں کے لئے روکی جائے تو سرے سے منع ہی نہیں اور اگر دونوں کے لئے نہ روکی جائے تو منع من جھۃ العباد نہیں۔‘‘

خود اسی عبارت سے مفہوم ومستفاد ہوا کہ اب ٹرین چوں کہ کسی فرد یا افراد کے کام کے لئے نہیں روکی جاتی تو منع من جھۃ العباد نہ رہا لہذا چلتی ٹرین پر ادائے نماز کے بعد اعادۂ نماز کا حکم بھی نہ رہا۔

دوسری دلیل: فتاوی رضویہ جلد اول (ص:۶۱۴) میں پانی سے عجز کی ۱۷۵/صورتوں کے ذکر اور جواز تیمم کے بیان میں صورت نمبر ۶۰ کے تحت ہے: اگر اتر کر پانی لانے میں مال جاتے رہنے کا خوف ہو تو اعادہ بھی نہیں۔اور یہ نمبر ۳۴ ہے،

(نمبر ۳۴ یہ ہے: مال پاس ہے اپنا خواہ امانت اور پانی پر ساتھ لے جانے کا نہیں، نہ یہاں کوئی محافظ، اگر پانی لینے جائے تو اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔جبکہ وہ مال ایک درم سے کم نہ ہو،ص:۶۱۳) اور اگر ریل چلے جانے کا اندیشہ ہو جب بھی تیمم کرے اعادہ نہیں۔یہ نمبر آئندہ کے حکم میں ہے۔(نمبر آئیندہ یہ ہے:)

نمبر ۶۱ پانی میل سے کم مگر اتنی دور ہے کہ اگر یہ وہاں جائے تو قافلہ چلا جائے گا اور اس کی نگاہ سے غائب ہو جائے گا۔(ص:۶۱۴)

کتب فقہ میں یہ صراحت ہے کہ جن اعذار کی وجہ سے تیمم جائز ہے ان کی وجہ سے چلتی سواری پر نماز بھی جائز ہے تو اتر کر نماز پڑھنے میں اگر مال جانے یا ٹرین چلی جانے کا اندیشہ ہو تو بھی چلتی ٹرین پر نماز جائز ہے اور اعادہ نہیں۔قافلہ چھوٹ جانے یا نگاہ سے غائب ہو جانے کے باعث

نمازی کو جو پریشانی ہوتی وہ مال جانے یا ٹرین چھوٹنے میں بھی ہے اس لئے یہاں بھی جواز بلااعادہ کا حکم ہے۔ یہ خود اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تصریحات بالا سے واضح ہے۔

الحاصل: موجودہ حالات میں چلتی ٹرین پر سنن ونوافل کی طرح فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی بھی صحیح ہے اوران کا اعادہ نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

[سوال: چلتی ٹرین پر کسی نے اول وقت، یا درمیان وقت میں نماز پڑھ لی جبکہ اسے امید ہے کہ آخر وقت تک ٹرین رکے گی اور اسے زمین پر اتر کر یا رکی ہوئی ٹرین پر نماز پڑھنے کا موقع مل جائے گا تو اس کی پڑھی ہوئی نماز ادا ہوئی یا نہیں؟

جواب: ایسے شخص کی نماز صحیح ہے، اسے بعد میں دہرانے کی حاجت نہیں، کیوں کہ نماز کا وقت نماز کے لئے "ظرف" ہے۔ "معیار" نہیں، اور نماز کا سبب اس کے وقت کا وہ حصہ ہے جو نماز کی ادائیگی سے متصل ہے۔ جیسا کہ اصول فقہ کی کتابوں میں اس کی صراحت موجود ہے تو اس نمازی نے سبب پائے جانے کے ساتھ نماز ادا کی اور چوں کہ عذر سماوی کی بنا پر بعض شرائط کے تکمیل سے قاصر تھا اسلئے اسکی نماز ہوگئی اور اعادہ کی حاجت نہیں کیوں کہ نمازی، نماز کے ارادہ اور آغاز ادا کی حالت کے اعتبار سے ہی شرائط وارکان کی ادائیگی کا مکلف ہوتا ہے اور اس نے اپنے موجودہ قدرت کے اعتبار سے نماز ادا کر لی ہے۔ البتہ اس کے لئے نماز کو آخری وقت تک موخر کرنا مستحب ہے۔ اس کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ مسافر کو جب آخری وقت تک پانی ملنے کا یقین یا ظن غالب ہو تو اسکے لئے تیمم کو آخری وقت تک موخر کرنا مستحب ہے، واجب نہیں لہذا اگر وہ آخری وقت کا انتظار کئے بغیر اس سے پہلے ہی تیمم کرکے نماز پڑھ لے تو نماز صحیح ہے۔ اور وقت کے اندر پانی مل جانے کے بعد اس کو وضو کرکے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں۔ ردالمحتار میں ایسا ہی ایک دوسرا مسئلہ بھی ہے۔

(ملاحظہ ہو تنویر الابصار، درمختار، ردالمحتار باب التیمّم۔ ج:۱ص:۴۰۷، داراحیاء التراث العربی۔ بیروت، باب الوتر والنوافل، ج:۲، ص:۴۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت طبع ثانی)]

نقل فیصلہ مجلس شرعی مطبوعہ ماہنامہ اشرفیہ شمارہ جولائی ۲۰۱۳ء

قولہ: اس کی ایک دلیل خود اعلی حضرت قدس سرہ کی مذکورہ بالا عبارت ہے۔ اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک مفہوم مخالف نصوص کتاب وسنت میں

اگر چہ معتبر نہیں مگر عبارتِ فقہا وکلام علما میں ضرور معتبر ہے" (ٹرین) انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں تو منع من جھۃ العباد ہوا"۔

(فتاوی رضویہ ج: ۳، ص: ۴۴، سنی دار الاشاعت مبارکپور)

اس عبارت سے واضح ہے کہ اول کے لئے روکنے اور دوم کے لئے نہ روکنے کے سبب منع من جھۃ العباد ہونے کا حکم ہے۔

اس کا مفہوم یہ ہوا کہ "اگر دونوں کے لئے روکی جائے تو سرے سے منع ہی نہیں اور اگر دونوں کے لئے نہ روکی جائے تو منع من جھۃ العباد نہیں"

خود اسی عبارت سے مفہوم ومستفا ہوا کہ اب ٹرین چوں کہ کسی فرد یا افراد کے کام کے لئے نہیں روکی جاتی تو منع من جھۃ العباد نہ رہا"   متن فیصلہ مطبوعہ ماہنامہ اشرفیہ جولائی ۲۰۱۳ء۔

اقول: مفہوم مخالف کی طرف اتنی جلدی کیوں دوڑے، اس عبارت کا ایک مفہوم وہ بھی تو ہے جو ذہن کی طرف سبقت کرتا ہے نفس جس کو فوراً قبول کرتا ہے اس متبادر مفہوم کا نام مفہوم موافق رکھئے، اور وہ یہ ہے کہ ٹرین روکنا اس محکمہ کے اختیار میں تھا تو انگریزوں کے معمولی کام کے لئے ٹرین روکتے تھے اور مسلمانوں کے اہم دینی فریضے کے لئے ٹرین نہیں روکتے تھے، مفہوم موافق کے ہوتے مفہوم مخالف پر عمل کی کس نے ٹھہرائی؟ یہی صورت آج بھی موجود ہے یعنی ٹرین کا روکنا اپنے اختیار میں ہے، قانون اسی اختیار سے بنے ہیں، نماز کے لئے ٹرین نہ روکنا اسی اختیار سے ناشی ہے یہ نہیں کہ ٹرین کوئی شریر چوپایہ ہے جسے اپنے قابو میں کرنا دشوار ہے، منع من جھۃ العبد ہونے کے لئے یہ کب ضروری ہے کہ خاص فرد یا افراد کے حق میں ممانعت ہو، اگر ممانعت عام ہو تو منع من جھۃ العبد نہ رہے گا؟ کتب اصول سے یہ دکھایا جائے کہ منع عام اگر چہ من جھۃ العبد ہو عذر مکتسب نہ ٹھہرے گا بلکہ عذر سماوی ہو جائے گا۔ فتاوی رضویہ میں یہ عبارت بھی تو تھی "ریل میں ہے اور اس درجے میں پانی

نہیں اور دروازہ بند ہے (اور کوئی کھولنے نہیں دیتا لہذا پانی کے لئے اترنے پر قدرت نہیں۔ ازہری غفرلہ)

تیمم کرے **لانہ کالمحبوس فی معنی العجز** ،نمبر ۵۶/ سے یہاں تک ان پانچوں صورتوں میں جب پانی پائے طہارت کرے کے نماز پھیرے **لان المانع من جھۃ العباد** اور اگر اتر کر پانی لانے میں مال جاتے رہنے کا خوف ہو تو اعادہ بھی نہیں اور یہ نمبر ۳۴/ ہے اور اگر ریل چلے جانے کا اندیشہ ہو جب بھی تیمم کرے اور اعادہ نہیں یہ نمبر آئندہ کے حکم میں ہے۔(ا/ ۶۱۴)

نمبر ۳۴/ اور نمبر آئندہ کی صورتیں ذکر کیں اس عبارت کو کیوں نظر انداز کر گئے" دروازہ بند ہے" اس وجہ سے جو وقت درپیش ہے کیا صرف ایک فرد خاص کو ہے باقی ضرورت مندوں کو دقت درپیش نہیں؟ ظاہر ہے کہ دوسروں کو بھی اس سے دقت ہوسکتی ہے؟ تو یہ دوسروں کے حق میں بھی مسلمان ہو خواہ کافر عام دقت کا باعث ہے، تو کیا اس وجہ سے عذر سماوی ہوجائے گا؟ عام دقت نہ سہی، اسی فرد خاص کے حق میں دقت سہی؟ مگر یہ کہاں ہے کہ منع من جھۃ العبد جب بھی ہوگا جب ایک فرد خاص یا چند افراد کے حق میں ہو اور اگر آدمی اپنے اختیار سے عام ممانعت کرے تو منع سماوی ہوجائے گا یہ محتاج نقل ہے اس پر صریح جزیہ درکار ہے بالفاظ دیگر دروازہ کسی فرد خاص کے لئے بند نہ کیا گیا بلکہ ڈبے میں موجود عام افراد پر دروازہ بند کیا گیا جیسا کہ ظاہر ہے تو کیا آپ کے طور پر یہ سرے سے مانع من جھۃ العبد نہ ہوگا، لہذا تیمم سے جو نماز پڑھی اس کے اعادے کی ضرورت نہ ہوگی، یا اعادہ ضروری ہوگا، بر تقدیر ثانی خاص نمازی کے حق میں کیا منع من جھۃ العبد نہیں، اس کے حق میں یہ منع، عام ممانعت سے آیا؟ آپ کی طرف سے اس کو تسلیم کئے جانے کا حاصل کیا یہ نہیں کہ منع من جھۃ العبد براہ راست کسی فرد خاص کے حق میں ہو یا یہ ممانعت بندے کی طرف سے عام ممانعت کے ضمن میں آئے بہر حال منع من جھۃ العبد ہے اگر یہ حاصل ہے اور ضرور یہی حاصل ہے تو انگریزوں کے زمانے اور آج کے زمانے میں فرق کا کیا حاصل، اور خاص ایک فرد کے حق میں یا چند افراد کے حق میں ممانعت اور عام ممانعت کیا مفید؟ بالآخر یہ عام ممانعت خاص مسلمانوں کے اہم دینی فریضے میں کیا خلل انداز

نہیں؟اوران کو بروجہ صحیح نماز ادا کرنے سے مانع نہیں؟ ہے،اورضرور ہے۔**فانھدم البناء وزالت التفرقة فالحکم ھو ھو سواء بسواء۔**

برتقدیر اول اگر فتاوی رضویہ میں مذکور یہ حکم آپ کو تسلیم نہ تھا تو اس سے کیوں کنّی کاٹ گئے ؟ کیوں نہیں اس کو ذکر کیا؟اوراس کو ذکر کرنے کے بعد دلیل سے اس کورد کیوں نہ کیا؟

(خیالی)مفہوم مخالف کے پیچھے تواس لئے پڑے کہ منع خاص وعام کا تفرقہ ٹھہرا کر تغیر زمانہ کی بنا پر یہ جمادیں کہ اب اس زمانے میں حکم بدل گیا ہے۔ذرا اعلی حضرت کی عبارت پر غور کیجئے ،اعلی حضرت فرماتے ہیں:''انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں تو منع من جھة العباد ہوا اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے''۔(فتاوی رضویہ،ج:۳،ص:۴۴)

اب بتایا جائے''تو منع من جھة العباد ہوا'' کا تعلق اقرب مذکور سے ہے جو بلا فصل اس سے لگا ہوا ہے یعنی''نماز کے لئے نہیں(روکی جاتی)'' کہ جملہ اخیرہ''تو منع من جھة العباد ہوا'' سے مرتبط اور متصل ہے یا جملہ''تو منع من جھة العباد ہوا'' کا تعلق ابعد مذکور سے ہے جس کے درمیان ''نماز کے لئے نہیں(روکی جاتی)''،فاصل ہے۔برتقدیر ثانی ابعد مذکور کو اختیار کرنے کی کیا وجہ ؟ حالاں کہ جملہ''نماز کے لئے نہیں(روکی جاتی)''اس کو منفصل کررہا ہے کیا ان دونوں جملوں میں یعنی''انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے''اور''منع من جھة العباد ہوا''میں کوئی ربط ہے؟اگر ہے تو بالدلیل واضح کیا جائے،پھر''نماز کے لئے نہیں(روکی جاتی)''کہہ کر متصلا فرمایا''تو منع من جھة العباد ہوا''کیا اس کا حاصل یہ نہیں کہ نماز کے لئے نہ روکنا یہی منع من جھة العباد ہے اور اختیار عبد سے یہ ناشی ہے جس طرح انگریزوں کے کھانے کے لئے روکنا اختیار عبد سے ناشی ہے تو یہ دونوں یعنی (۱)انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکتے ہیں،(۲) نماز کے لئے نہیں (روکتے)،دونوں ایک علت کے معلول ہیں اور وہ اختیار عبد ہے یہ نہیں کہ انگریزوں کے کھانے کے لئے روکتے ہیں یہ منع من جھة العباد میں تفصیل وتقیید کا فائدہ دے رہا ہے نہ ہرگز یہ مفہوم ہے کہ خاص نماز کے لئے نہیں روکتے

تو یہی صورت اختیار عبد سے ناشی ہے اور بالخصوص یہی منع من جھۃ العباد ہے یہ اختیار عبد سے ناشی ہے دونوں کے لئے ٹرین نہ روکی جائے تو اب معاملہ اختیار عبد سے باہر ہو گیا اور منع سماوی ہو گیا یہ اس عبارت کا ہرگز مفہوم نہیں تو سرے سے مزعوم مفہوم مخالف جس پر اس خیال کی بنا رکھی متحقق ہی نہیں بر تقدیر تسلیم یہ مفہوم متعین نہیں کہ دوسرا مفہوم اس کا مزاحم ہے اب جب کہ متعین نہیں مزاحم موجود ہے تو بلا دلیل ایک مفہوم کو متعین کرنا کیا معنی ؟ پھر مفہوم جبکہ مختلف ہیں تو کیا وہ مفہوم لیا جائے گا جو مفہوم موافق کا معاند اور یکسر اس کا رافع ہو یا وہ مفہوم لیا جائے جو مفہوم موافق کے مساعد اور اس کے ساتھ رواں دواں ہو؟ اگر شق اول مختار ہو تو اس دعوے کو مبرہن کیجئے اور اس صورت میں ''**الصریح یفوق الدلالۃ**'' کا کیا جواب ہے بیان کیجئے اگر شق دوم مختار ہے تو اب ذرا سوچ کر بتایئے کہ آپ کی یہ تقریر مزعوم جس کا مبنی اس مفہوم خیالی پر ہے کیا اعلی حضرت کی عبارت کے مساعد ہے اور اس کے مفہوم کے ساتھ جاری ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں، کیا اس سے نہ کھل گیا کہ آپ کی بنا بے بنا ہے اور چٹائی بے اساس ہے، آپ نے اس جگہ مفاہم کتب کے حجت ہونے کی بات تو کہی مگر کیا مفاہم کتب مطلقا حجت ہوں گے اگر چہ صریح عبارت ان کی نافی ہو؟ کیا دلالات کو صریح عبارات پر فوقیت ہوگی اور وہ یعنی دلالتیں صریح کی نافی و رافع ہوں گی ؟ ہرگز نہیں، اب یہاں سے آپ کے اس دعوی کا کہ ''مفاہم کتب حجت ہیں'' جواب مل گیا، اور وہ یہ کہ مفاہم کتب ضرور حجت ہیں مگر نہ یوں کہ مفہوم عبارت بالکل اٹھ جائے۔ ذرا سوچ کے بتایئے کہ خیالی مفہوم مخالف کا سہارا لے کر آپ نے یہی تو کیا ہے جس سے اعلی حضرت کی عبارت کا مفہوم بالکل بدل گیا، اور یہ اس لئے کیا تا کہ آپ یہ کہہ سکیں کہ اس میں جو حکم ارشاد ہوا وہ اس زمانے کے لحاظ سے تھا اس زمانے کے لحاظ سے نہیں۔

اب منع عام ہو یا خاص، قضیہ مطلقہ ''نماز کے لئے نہیں (روکی جاتی)'' صادق ہے یا نہیں؟ اگر صادق ہے اور ضرور صادق ہے تو یہ ضرور منع من جھۃ العباد ہے اور ضرور اسی سے ناشی ہے، اور جب اس عبارت کا یہ مفہوم بہر حال صادق ہے اور یہی اس کا مفہوم موافق ہے تو اگر خیالی مفہوم مخالف مان بھی لیا جائے تو خیالی مفہوم مخالف سے اس پر کیا اثر؟ اور موافق کے ہوتے مخالف کے پیچھے دوڑنا کس نے

ٹھہرایا اور یہ کہاں سے نکلا کہ منع من جھۃ العباد اسی وقت ہوگا جب کہ خاص چند افراد کے حق میں ہو اور اگر قانون، عام ممانعت کرے تو منع من جھۃ العباد نہ رہے گا بلکہ منع سماوی ہو جائے گا؟ کیا بندوں کا قانون قانون الٰہی ہو جائے گا؟۔

اعلیٰ حضرت کی سیدھی سادھی عبارت جو اجماع مسلمین کے موافق چل رہی تھی اسے اپنے خیالی معنی پر ڈھال کر منع من جھۃ العباد کو اسی قید مزعوم سے مقید کیا یعنی منع ایک فرد یا چند افراد کے حق میں ہو تو منع من جھۃ العبد ہے ورنہ جبکہ منع عام ہو تو منع سماوی ہے۔ کیا اعلیٰ حضرت کی عبارت کا مفہوم موافق اس مخالف کے مساعد ہے؟ کیا مفہوم مخالف لیا جائے گا اور صریح مفہوم عبارت رد کیا جائے گا؟ پھر اس خیالی مفہوم مخالف کا جو مفاد بتایا اس پر آپ کا کوئی سلف ہے؟ ہے تو بیان کیا جائے، نہیں تو کیا یہ قطعاً سلف سے جداگانہ راہ پر چلنا نہیں؟ پھر مفہوم مخالف پر خود عمل کیا اور صریح مفہوم کو چھوڑا اور مفہوم مخالف پر جو چُنائی چُنی اس پر یہ جما دی کہ ''یہ خود فتاوی رضویہ سے ثابت ہے'' ''یہ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تصریحات بالا سے واضح ہے'' ع

وکم من عائب قولا صحیحا وآفتہ من الفھم السقیم

وکم من سائب فی غیر قصد یُجافی الحق من فکر وخیم

بتایا جائے کہ اگر یہ تصریحات بالا سے واضح ہے تو اعلیٰ حضرت کی عبارت کے مفہوم مخالف کا سہارا کیوں لیا؟ کیا تصریحات بالا جو عبارۃ النص ہیں اور مفہوم مخالف ایک ہی چیز ہیں؟ نہیں، تو مفہوم مخالف کو مصنف کی جانب سے تصریح قرار دینا کیا معنی؟ کیا یہ مغالطہ نہیں، اور وہ خیالی معنی جو آپ کے خیال کی اپج ہے اس کو تصریح مصنف بتانا اور اس کی نسبت برخلاف واقع مصنف کی طرف کرنا کیا یہ دیانت کے خلاف نہیں؟ اور فتاوی رضویہ کی صریح عبارت جو مطلقاً یہ بتا رہی ہے کہ چلتی ٹرین پر فرض وواجب ادا نہیں ہو سکتے اس کے برخلاف یہ ہیڈنگ لگانا کہ ''چلتی ٹرین پر فرض وواجب نمازیں جائز وصحیح ہیں، یہ خود فتاوی رضویہ سے ثابت ہے'' فتاوی رضویہ کی طرف کیا ایسی بات کی نسبت کرنا نہیں جو اس میں موجود نہیں، پھر اس سے بڑھ کر یہ دعوی کہ ''یہ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تصریحات بالا سے واضح ہے

''کیا اس غلط نسبت پر اصرار مکرر نہیں؟ کیا یہ صریح فتاوی رضویہ سے انحراف نہیں؟ پھر کیسے کہتے ہیں کہ یہ حکم نہ کسی طرح فتاوی رضویہ کے خلاف ہے نہ اعلی حضرت قدس سرہ سے انحراف ہے نہ ہرگز ہرگز کسی طرح یہاں خرق اجماع مسلمین متصور۔ کیسے مانا جائے کہ یہاں خرق اجماع مسلمین نہیں حالاں کہ منع من جھۃ العبد کے ہوتے اتحاد واستقرار مکان کی اجماعی شرطیں یکسر اٹھا دیں ،مفہوم مخالف کا سہارا لے کر منع من جھۃ العبد کے وہ خیالی معنی گڑھے اور اس طرح اس معنی کی نسبت اعلی حضرت کی طرف کر دی پھر وہی سوال ہے کہ کیا اس معنی پر آپ کا کوئی سلف ہے؟ ہے، تو بتایئے نہیں تو کیا بچند وجوہ یہ خرق اجماع مسلمین نہیں، پھر اسے کیوں فتاوی رضویہ سے ثابت بتایا جاتا ہے اور اعلی حضرت کی تصریحات بالا سے واضح قرار دیا جاتا ہے؟ آج سے پہلے تو آپ بھی محدث سورتی ،صدر الشریعہ، مفتی اعظم، حافظ ملت، مجاہد ملت، قاضی شمس الدین، مفتی شریف الحق امجدی، مفتی عبد المنان اعظمی وغیرہ ہم ماضی وحال کے اکابر اہل سنت کی طرح اعلی حضرت کے فتوی کے بموجب چلتی ٹرین پر فرض وواجب کی ادائیگی کو غیر صحیح جانتے تھے اب کونسی دلیل ہاتھ آئی جس نے خرق اجماع کی راہ دکھائی، اس کے لئے بھی سہارا فتاوی رضویہ کا لیا، تو اس طرح کے خیالی مفہوم مخالف سر پہ رکھا اور صریح مفہوم سے آنکھیں پھیر لیں، کیا یہی حق تحقیق ہے؟ کم از کم آج سے چند برس پہلے تک اس مسئلے میں خاموش تو ضرور تھے اور اس طرح اپنے دور کے بہت سے اکابر اہل سنت کے ہمنواں تھے اب کونسی ہنگامی صورت آپڑی جس نے اب تک کی طویل خاموشی توڑی؟ کیا یہ اغیار کے سیمیناروں میں شرکت کا اثر ہے یا غلام رسول سعیدی کی چمکتی تحقیق کی دھاک بیٹھ گئی ہے یا سب سے الگ آپ ہی آسمان کے تارے توڑ لائے ہیں؟

حقیقت حال کچھ بھی ہو یہ تحقیق مستعار ہو یا آپ کا شاہکار ہو اس کی نسبت فتاوی رضویہ کی طرف کیوں کی جاتی ہے؟ اس مفہوم نا محقق کی بنا پر منع من جھۃ العباد میں یہ تفصیل بے دلیل کہ ''منع اگر چند افراد کے حق میں ہو تو منع من جھۃ العبد ہے اور اگر ممانعت عام لوگوں کے حق میں ہو تو منع سماوی ہے'' کیا آپ کو اس الزام سے بری کر دے گی کہ آپ نے منع من جھۃ العباد کی وہ معنی اس مفہوم بے

تحقیق پر گڑھے جس کا پتہ نہ قرآن وسنت میں ہے، نہ اجماع امت میں ہے، نہ امنائے شریعت و علمائے ملت کی عبارات میں ہے؟ ہے تو ثبوت دیجئے، ورنہ چارونا چار مانئیے کہ اس تقریر کا مبنی ومفہوم بے تحقیق ہے اور یہ ایجاد بندہ ہے، اب خرق اجماع مسلمین یہ نہیں تو کس چڑیا کا نام ہے!

قولہ:''دوسری دلیل: فتاوی رضویہ ج:۱(ص:۶۱۴) میں پانی سے عجز کی ۱۷۵/صورتوں کے ذکر اور جواز تیمم کے بیان میں صورت نمبر ۶۰/ کے تحت ہے:''اگر اتر کر پانی لانے میں مال جاتے رہنے کا خوف ہو تو اعادہ بھی نہیں۔اور یہ نمبر ۳۴/ ہے،(نمبر ۳۴/ یہ ہے: کہ مال پاس ہے اپنا خواہ امانت اور پانی پر ساتھ لے جانے کا نہیں، نہ یہاں کوئی محافظ، اگر پانی لینے جائے تو اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔جب کہ وہ مال ایک درم سے کم نہ ہو،ص:۶۱۳) اور اگر ریل چلے جانے کا اندیشہ ہو

جب بھی تیمم کرے اور اعادہ نہیں۔یہ نمبر آئندہ کے حکم میں ہے۔(نمبر آئندہ یہ ہے:)

نمبر ۶۱/ پانی میل سے کم مگر اتنی دور ہے کہ اگر یہ وہاں جائے تو قافلہ چلا جائے گا اور اس کی نگاہ سے غائب ہو جائے گا۔(ص:۶۱۴)

کتب فقہ میں یہ صراحت ہے کہ جن اعذار کی وجہ سے تیمم جائز ہے ان کی وجہ سے چلتی سواری پر نماز بھی جائز ہے تو اُتر کر نماز پڑھنے

میں اگر مال جانے یا ٹرین چلی جانے کا اندیشہ ہو تو بھی چلتی ٹرین پر نماز جائز ہے اور اعادہ نہیں۔قافلہ چھوٹ جانے یا نگاہ سے

غائب ہو جانے کے باعث نمازی کو جو پریشانی ہوتی وہ مال جانے اور ٹرین چھوٹنے میں بھی ہے اس لئے یہاں بھی جواز بلا اعادہ کا حکم ہے۔

یہ خود اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تصریحات بالا سے واضح ہے،،۔

(متن فیصلہ مجلس شرعی مطبوعہ ماہنامہ جولائی ۲۰۱۳ء)۔

اقول: نمبر ۶۰/ کی وہ صورت جسے آپ نے ذکر نہ کیا یعنی ''ریل میں ہے اور اس درجہ میں

پانی نہیں۔الخ'' اگر کوئی یہ کہے کہ چلتی ٹرین میں بدرجۂ اولی یہی صورت متحقق ہے یعنی مصلی بروجہ صحیح نماز ادا کرنے سے قاصر ہے حالاں کہ بشری ضروریات سب ڈبے میں مہیا ہیں مگر وہ اس کے باوجود **کالمحبوس فی معنی العجز** ہے تو اب منع من جهة العباد کیوں نہیں؟ اور اکراہ ملجی کے تحقق سے یہاں کونسی چیز مانع ہے؟ کیا ڈرائیور ٹرین روک سکتا ہے؟ نہیں، تو کیا اسے قید وسزا کا خوف درپیش نہیں؟ یوں ہی مسافر چین کھینچ کر گاڑی روکنا چاہے تو کیا سزا نہ بھگتے گا؟ اب اس دعوے کی خبریں کہئے کہ نہ یہاں منع مباشر ہے نہ اس کا سبب قریب،

چین پولنگ کی رخصت معمولی ہنگامی حالات میں ہے مگر نماز کے لئے نہیں کیا یہ نمازی کے حق میں منع خاص نہیں؟ اب ذرا اس منع عام کی خبریں کہئے جس کی بنا پر ٹرین کا نہ رکنا سب کے حق میں منع تھا اور اسے منع سماوی قرار دیا جاتا، حالاں کہ یہ قطعا مکتسب ہے کہ بندے کے فعل کو اس میں دخل ہے ،سماوی کی تعریف اس پر صادق نہیں **و من ادعی فعلیه البیان**۔

چلتی ریل گاڑی جو مسلسل کئی گھنٹہ چلتی ہے اس میں ریل سے اترنے کی نوبت کب آئے گی ؟اور جب یہ نوبت نہ آئے گی تو مال گنوانے یا جان جانے کا خوف کیوں کر متحقق ہوگا؟ پھر جب بشری ضروریات اب ریل میں مہیا ہیں تو پانی وغیرہ کے لئے اترنے کی ضرورت ہی کب ہوگی اور جب ریل میں وہ صورت درپیش نہیں جو صورت قافلے میں ہوتی تھی تو ریل قطعا قافلے سے جدا ہے، قافلے سے اس کا الحاق کیا معنی؟ یہ الحاق اعلی حضرت امام اہل سنت وغیرہ اکابر اہل سنت کو نظر نہ آیا، آپ کو یہ سوجھا! بہر حال یہ قیاس مع الفارق نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر یہ رخصت بشرط استمرارِ خوف خاص تیمم کے لئے ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر خوف از اول تا آخر مستمر ہو تو نمازی کو رخصت ہے کہ تیمم کر کے کھڑی ہوئی سواری پر نماز پڑھ لے نماز صحیح ہو جائے گی جب کہ سواری زمین سے متصل باتصال قرار ہو، دابہ پر یوں ہی اس گاڑی پر جس کا اگلا حصہ دابہ پر رکھا ہو نماز نہ ہوگی جب کہ اتر کر نماز پڑھنا ممکن ہو، یعنی اس سے خوف من جانب اللہ مانع نہ ہو، دابہ اگر چل رہا ہے تو اس پر نماز فرض بے تحقق عذر صحیح نہیں ،لہذا اگر اس کو ٹھہرانا ممکن ہو اور زمین پر نماز پڑھنا متیسر نہ ہو تو ضروری ہے کہ اسے ٹھہرا کر نماز پڑھے۔ یہ حکم اس نمازی کے حق میں کیوں کر منسحب ہوگا جس کی

سواری زمین سے متصل باتصال قرار ہواور اس سواری کو روکنا ممکن ہو بایں طور کہ اسے خوف من جانب اللہ مانع نہ ہو، ریل کا روکنا بندوں کے اختیار میں ہے تو رکی ہوئی ریل پر نماز پڑھنا اس اعتبار سے ممکن ہے اس سے مانع وہ خوف نہیں جو بندے کے دل میں اللہ نے براہ راست ڈالا بلکہ وہ خوف ہے جو اس کے دل میں بندے کی وعید سے پیدا ہوا، دونوں خوفوں میں فرق ہے، ایک عذر سماوی ہے مانع من جانب اللہ ہے، دوسرا عذر مکتسب ہے بالفاظ دیگر مانع من جھۃ العبد ہے، دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں، پھر مختلف کو مختلف پر قیاس کرنا کیا معنی؟

قولہ: ''اس بات پر جملہ مندوبین کرام کا اتفاق ہے کہ موجودہ ریلوے نظام کے تحت چلنے والی ٹرینوں میں جب وہ چل رہی ہوں

اس وقت بھی فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی جائز وصحیح ہے اور بعد میں ان کا اعادہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس پر تمام مندوبین نے

دستخط ثبت فرمائے''۔ (ص:۶۰، ماہنامہ اشرفیہ)

اقول: حالاں کہ خلاصۂ مقالات میں یہ لکھا ''پہلا موقف یہ ہے کہ چلتی ٹرین پر فرض وواجب نمازیں ادا نہ ہوں گی اگر وقت نکلتا دیکھے تو جیسے بھی ممکن ہو پڑھ لے بعد میں انہیں دوہرانا ضروری ہے یہ موقف ۱۴/ علمائے کرام کا ہے۔

چوتھا موقف: مولانا محمد عالمگیر رضوی مصباحی کا ہے، وہ فقہی کتابوں سے مختلف جزئیات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: چلتی ہوئی ٹرین پر فرض وواجب نمازیں ادا نہیں ہوں گی اس لئے کہ استقرار علی الارض نہیں پایا گیا اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ نماز قضا ہوجائے گی تو چلتی ٹرین میں نماز پڑھ لے پھر اعادہ کرے۔ (الی ان قال) پھر بھی اگر ارباب فقہ وافتا کے نزدیک یہ امر متحقق اور منقح ہو جائے کہ آج کل عام حالات میں ٹرینوں کا چلنا اور رکنا حکومتی قانون کے تابع ہے جیسا کہ فاضل مرتب نے سوالنامے میں لکھا ہے تو یہ عذر من جھۃ اللہ بلفظ دیگر عذر سماوی میں شمار ہوگا تو ایسی صورت میں چلتی ہوئی ٹرینوں پر فرض اور واجب حقیقی یا حکمی کے دائرے میں آنے والی نماز پڑھ لے بعد میں

اعادہ نہیں۔

پانچواں موقف: یہ ہے کہ چلتی ہوئی ٹرین پر نماز کچھ صورتوں میں صحیح اور درست ہے اور کچھ صورتوں میں صحیح اور درست نہیں یہ موقف مولانا محمد صدر الوری قادری مصباحی صاحب کا ہے (ص:۲۸/تا۳۲/)

اب سوال یہ ہے کہ اس مسئلے میں جب اتنے موقف ہیں تو اس فیصلے کو تمام مندوبین کا متفقہ فیصلہ بتانا کیسے درست؟ اور یہ لکھنا کیسے صحیح ہے کہ اس پر تمام مندوبین نے دستخط ثبت فرمائے؟ کیا انہوں نے اپنے اختلاف سے رجوع فرمالیا؟ اگر ایسا ہے تو رپورٹ میں بیان کیوں نہ ہوا؟ اور اگر اختلاف سے رجوع نہ فرمایا تو دستخط کی کیا حیثیت ہے؟ اور اسے متفقہ فیصلہ بتانا کیوں کر واقعہ کے مطابق ہوگا؟۔

قولہ:'' بھارتیہ ریلوے کی تاریخ اور ریلوے نظام کی تبدیلی کا جائزہ لینے سے معلوم ہوا کہ آزادی ہند سے پہلے کچھ پرائیویٹ کمپنیاں

ٹرین چلاتی تھیں، یہ ریلوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خودمختار ہوتی تھیں، ان کمپنیوں نے انگریزوں کے دور میں ان کے

کھانے وغیرہ کے لئے ٹرین روکنے کی رعایت رکھی تھی اور مسلمانوں کی نماز کے لئے یہ رعایت نہ رکھی تھی اس لئے نمازی اس پر مجبور

تھے کہ یا تو ٹرین رکنے پر فرض اور واجب ادا کریں یا چلتی ٹرین پر پڑھیں، چلتی ٹرین پر پڑھنے میں استقرار کی شرط مفقود ہوتی اور

اس سے مانع یہ پرائیویٹ کمپنیاں تھیں جنہوں نے اپنے نظام میں مسلمانوں کی رعایت نہ رکھی اس لئے اعلی حضرت قدس سرہ نے اسے

منع من جھۃ العباد قرار دے کر حسب امکان ادائیگی پھر بعد میں اعادہ کا حکم دیا ۔(ص:۶۰، ماہنامہ اشرفیہ)

اقول: بطور معارضہ بالقلب کیا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ بھارتیہ قانون ٹرینوں کے چلنے اور رکنے کا

نظام بنانے میں خودمختار ہے جس طرح یہ کمپنیاں ریلوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خودمختار ہوتی تھیں اور جس طرح ان کمپنیوں نے انگریزوں کے دور میں ان کے کھانے وغیرہ کے لئے ٹرین روکنے کی رعایت رکھی تھی اور مسلمانوں کی نماز کے لئے یہ رعایت نہ رکھی تھی اسی طرح بھارتیہ قانون نے کچھ مقامات (اسٹیشنوں) کا لحاظ کیا کہ وہاں ٹرین روکی جاتی ہے اور مسلمانوں کی نماز کے لئے یہ رعایت نہ رکھی اس لئے نمازی اس پر مجبور ہیں کہ یا تو ٹرین رکنے پر فرض وواجب ادا کریں یا چلتی ٹرین پر پڑھیں، چلتی ٹرین پر پڑھنے میں استقرار کی شرط مفقود ہوتی ہے اور اس سے مانع یہ بھارتیہ قانون ہے جس نے اپنے نظام میں مسلمانوں کی رعایت نہ رکھی، اس لئے اعلی حضرت قدس سرہ نے اسے منع من جہۃ العباد قرار دے کر حسب امکان ادائیگی پھر بعد میں اعادہ کا حکم دیا۔

کیا یہاں یہ بات متحقق نہیں کہ یہ لوگ ٹرینوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خودمختار ہیں جس طرح یہ کمپنیاں خودمختار ہوتی تھیں؟ خودمختار ہیں، اور ضرور ہیں، تو کیا مدار کار خودمختار ہونے پر نہیں؟ کیا کمپنیاں خودمختار ہوں (اگرچہ یہ صورت خلاف واقع ہے وہ ضرور انگریزی قانون کے تابع تھیں) تو منع من جہۃ العبد ہوگا، اور حکومت نظام اپنے ہاتھ میں لے لے تو منع سماوی ہوجائے گا؟ جب مدار کار خودمختار ہونے پر ہے جیسا کہ جملہ ''یہ ریلوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خودمختار ہوتی تھیں'' سے خوب ظاہر ہے کہ یہ مشعر علیت ہے تو یہ کہنا کیوں کر صحیح ہے کہ ''یہ صورت حال زمانۂ اعلی حضرت کے حال سے مختلف ہے اس لئے آج حکم بھی مختلف ہوگا'' کیوں مختلف ہوگا؟ حالاں کہ مدار ایک ہے اور علت متحد ہے، وہ نظام بھی اختیار عبد سے ناشی ہوا، اور یہ نظام بھی اختیار عبد سے ناشی ہے، تو خاص وعام کا تفرقہ چہ معنی دارد؟۔

اور جب قانون بنانے والے خودمختار ہیں اور انہوں نے اپنے اختیار سے ایسا قانون بنایا کہ ٹرین مخصوص مقامات پر خاص وعام اغراض کے لئے روکی جائے نماز کے لئے نہ روکی جائے تو یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ ''خاص نماز سے روکنے کا فاعل ریلوے محکمہ کو قرار نہیں دیا جاسکتا''۔ حالاں کہ فعل، فاعل مختار کی طرف منسوب ہوتا ہے، کیا یہ قانون بنانے والے اپاہج معذور کی طرح غیر مختار ہوگئے خودمختار نہ رہے؟ ''خاص نماز

سے روکنے کا الخ‘‘ یہ عموم کی خبر دے رہا ہے تو اس تصرف عام کے ضمن میں نماز سے روکنا بھی ہے، کیا تصرف عام اسی وقت فاعل مختار کا فعل ٹھہرے گا جب کہ خاص کسی فرد کا بخصوصہ قاصد نہ ہو؟ نہیں ،اور ضرور نہیں، تو نماز سے روکنا اگر چہ قصداواستقلالانہیں لیکن تصرف عام کے ضمن میں یہ روکنا بھی متحقق ہے اور یہ سب فاعل مختار کا فعل ہے۔

اب بتایا جائے کہ اس تصرف عام کے ضمن میں نماز سے روکنا کیوں کر منع سماوی ہوگیا؟ حالاں کہ یہ بالضرورۃ فاعل مختار کا فعل ہے اور دیگر تصرفات کی طرح یہ فعل بھی مسندالی العبد ہے، کیا کسی فعل میں منع سماوی اور اسنادالی العبد دونوں مجتمع ہوسکتے ہیں؟ بالفاظ دیگر کیا کوئی فعل بیک وقت عذر سماوی وعذر مکتسب ہوسکتا ہے؟ اور جب نماز سے روکنا ضمنا یا قصدا متحقق ہے تو آپ کا یہ کہنا کیوں کر صحیح ہوگا ’’ماننا ہوگا کہ وہ منع نماز کا نہ مباشر ہے نہ اس کا سبب قریب، اس لئے یہ منع اب منع من جھۃ العباد نہ رہا‘‘۔

مجھے امید ہے کہ اتنا تو مسلّم ہوگا کہ یہ فعل عبد ہے اور فعل عبد ہی کا نتیجہ وہ اثر ہے، اب بتایا جائے کہ فعل عبد کا احکام شرعیہ سے خالی ہونا متصور ہے؟ نہیں، ضرور نہیں، تو یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ ’’یہ منع اب منع من جھۃ العباد نہ رہا‘‘ اسی طرح فعل عبد کا نتیجہ اور اثر ہونے کی صورت کو لیجئے، کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ شراب پی کر نشہ آجانا شرابی کے حق میں عذر سماوی ہے؟ لہذا اگر وہ طلاق دے یا کفر بکے تو مثل مجنون معذور ہے؟ نہیں، ہر گز نہیں، بلکہ اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگی اور کفر بکنے کے سبب احکام شرع اس کی طرف متوجہ ہوں گے تو ضرور بالضرور ثابت ہوا کہ ایسی صورت میں بھی جب کہ بظاہر عذر سماوی موجود ہے لیکن چوں کہ یہ حالت اس بندہ کے فعل کا نتیجہ اور اثر ہے اس کی اسناد اسی بندے کی طرف کی جائے گی اور وہ اپنے افعال جو بظاہر غیر مقصودہ ہیں ان کا قاصد ٹھہرے گا، کیا تصرف عام کے ضمن میں بدرجہ اولی یہ صورت نہیں پائی جاتی؟ ضرور پائی جاتی ہے، تو جیسے یہاں عذر سماوی نہیں، بندے کے ان افعال کی نسبت اسی کی طرف ہے، اسی طرح یہاں ہرگز عذر سماوی نہیں، ٹرین نہ روکنے کی اسناد ان قانون سازوں کی طرف ضرور ہوگی اس سے کوئی مانع نہیں۔

کیا ہماری تقریر سے نہ کھل گیا کہ آپ کا یہ دعوی کہ ''کم ازکم اتنا ضرور ماننا ہوگا کہ وہ منع نماز کا نہ مباشر ہے نہ اس کا سبب قریب'' غلط و بے بنیاد ہے، کیا یہ اس قانون کا اثر نہیں کہ ڈرائیور کو یہ اختیار نہیں کہ نماز کے لئے ٹرین روکے؟ روکے گا تو سزا پائے گا، نہ مسافر کو یہ اختیار ہے کہ زنجیر کھینچ کر ٹرین روک لے ،ایسا کرے گا تو قید و جرمانے کا سامنا ہوگا حالاں کہ عام ضروریات کے لئے زنجیر کھینچنے کی رخصت ہے خاص نماز کے لئے زنجیر کھینچنا جرم ہے،اب اپنے اس دعوے کی خبر یں کہئے کہ'' خاص نماز سے روکنے کا فاعل ریلوے محکمہ کو قرار نہیں دیا جا سکتا'' ایسا قانون ریلوے محکمہ بنائے جس کی رو سے نماز کے لئے روکنا کسی کے اختیار میں نہیں، گارڈ وغیرہ اپنے خصوصی اختیارات سے ٹرین نہیں روک سکتے ،روکیں گے تو مجر م ہوں گے، بالجملہ خاص نماز کے لئے ٹرین روکنا قانونا جرم ہے اب اس کا فاعل ریلوے محکمہ کو نہیں بنایا جا سکتا تو کس کو بنایا جائے گا؟ کسی کو بنایا جائے یا نہ بنایا جائے، یہ ضرور فعل عبد ہے جس پر احکام شرع متوجہ ہیں اور فعل عبد کو کسی حیلہ سے عذر سماوی یا منع سماوی ماننا کیا ایسی اصطلاح گڑھنا نہیں ہے جس کا نشان کتب اصول فقہ میں نہیں، خرق اجماع اور کس چیز کا نام ہے؟ کیا فعل عبد کا خالی عن الحکم ہونا جائز ہے ؟

قولہ: اس عبارت سے واضح ہے کہ اول کے لئے روکنے اور دوم کے لئے نہ روکنے کے سبب منع من جھۃ العباد ہونے کا حکم ہے۔

اقول: یہ دعوی ممنوع ہے، منع من جھۃ العباد ہونے کا حکم نماز کے لئے نہ روکنے کی وجہ سے ہے تو منع من جھۃ العباد کا تعلق جملہ ''نماز کے لئے نہیں روکی جاتی'' سے ہے کہ اقرب مذکور ہے دونوں جملوں سے اس کا تعلق نہیں۔ لہذا ''انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے نہ روکی جائے اور نماز کے لئے روکی جائے جب بھی منع من جھۃ العباد ہے اسی طرح دونوں کاموں کے لئے نہ روکی جائے جب بھی منع من جھۃ العباد ہے۔

اعلی حضرت کی عبارت کا وہ مزعوم مفہوم مخالف آپ کا اپنا خیال ہے جو اس وجہ سے ناشی ہوا کہ جملہ ''تو منع من جھۃ العباد ہوا'' کا تعلق آپ نے اپنے طور پر دونوں جملوں سے سمجھا، اسی لئے کہا

’’کہ اول کے لئے روکنے ااور دوم کے لئے نہ روکنے کے سبب منع من جھۃ العباد ہونے کا حکم ہے، حالاں کہ اول کے لئے نہ روکنے کومنع من جھۃ العباد کے سبب ہونے میں کوئی دخل نہیں، ہم نے اوپر لکھا انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے نہ روکی جائے اور نماز کے لئے روکی جائے جب بھی منع من جھۃ العباد ہے اسی طرح دونوں کاموں کے لئے نہ روکی جائے جب بھی منع من جھۃ العباد ہے۔

ایک احتمال یہ بھی تھا جو ہم نے ذکر کیا، اس سے کیا مانع ہے بیان ہوا اور اگر کوئی مانع نہیں تو یہ احتمال، احتمال دیگر کا مزاحم ہے، احتمال سے استدلال کس اصول سے صحیح ہے خصوصاً جب کہ دوسرا احتمال اس کے مزاحم اور معارض اور مفہوم موافق کے مساعد وموافق ہے، یہاں سے کھلا کہ اعلی حضرت کی عبارت کا وہ مفہوم ہی نہیں جس پر یہ ساری چُنائی چُنی۔

قولہ: اس کا مفہوم یہ ہوا کہ ’’اگر دونوں کے لئے روکی جائے تو سرے سے منع ہی نہیں اور اگر دونوں کے لئے نہ روکی جائے تو منع من جھۃ العباد نہیں۔‘‘

اقول: اس کا مفہوم یہ ہوا کہ اگر دونوں کے لئے روکی جائے تو ضرور فعل عبد ہے کہ عبد کی طرف مسند ہے اسی طرح اگر دونوں کے لئے نہ روکی جائے جب بھی فعل عبد ہے کہ عبد کی طرف مسند ہے اور فعل عبد پر احکام شرع ضرور متوجہ ہوں گے ورنہ لازم آئیگا کہ بندے کا کوئی فعل حکم شرع سے خالی ہو اور جب یہ فعلِ عبد ہے کہ اس کے اختیار سے ناشی ہے اسی کی طرف اس کی اسناد ہوتی ہے تو یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ اگر دونوں کے لئے نہ روکی جائے تو منع من جھۃ العباد نہیں۔

قولہ: حنفیہ کے نزدیک مفہوم مخالف نصوصِ کتاب وسنت میں اگرچہ معتبر نہیں مگر عبارتِ فقہا وکلام علما میں ضرور معتبر ہے۔

اقول: مگر اس عبارت کا ادعائی مفہوم مخالف ہے کہاں، مفہوم مخالف تو اس وقت ہوتا جب اعلی حضرت کی عبارت کا مفہوم یہ ہوتا کہ خاص نماز کے لئے ٹرین نہ روکنا اختیار عبد سے ناشی ہے حالاں کہ اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ انگریزوں کے کھانے کے لئے روکنا نماز کے لئے نہ روکنا دونوں بندوں کے اختیار میں ہیں۔

لہذا ایک صورت میں منع من جھۃ العبد ہے کہ اختیار عبد سے ناشی ہے اور پہلی صورت میں بندوں کے اختیار میں ہے اور جب عبارتِ مندرجہ کا مفہوم یہ ہے کہ دونوں بندوں کے اختیار میں ہیں تو دوسری جانب مفہوم یہ ہوگا کہ دونوں کے لئے ٹرین نہ روکی جائے جب بھی معاملہ بندوں کے اختیار میں ہے۔

حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ الرضوان فرماتے ہیں :السفینة:ای الفلک والمراد المرکب البحری فلا یجوز الصلاة لا قائما ولا قاعدا علی الدابة ولاعلی العجلة ای المرکب البری ولعل وجه الفرق ان الخروج من المرکب الی ارض تصلح ان یصلی علیها ممکن بخلاف البحری لانه لا یتصور الخروج منه الی الارض لانه لو لم یغرق فی الماء لم یمکنه فیه الصلاة ولذا جازت علی الدابة ایضا بالایماء اذا لم یجد ارضا یصلی علیها لعذر کثرة المطر او السیل کما مر۔

وقد یقال:التوجه الی القبلة لایمکن فی البری حیث یدور الیها حیث ما دار بخلاف الفلک وفیه ما فیه ۔وبهذا خرج حکم الصلاة فی المرکب البری الدخانی الذی جری فی زماننا علی الطریق الحدیدی ویقال له ”ریل“فی اللغة الحادثة فانه مرکب بری کالعجلة غیر انه لیس علی الدابة ولا فیه اضطراب کاضطرابها نعم له حرکة مستویة بلا رفع وخفض،فحرکة جسم المصلی فیه لازمة ولو خفیفة لکنه قد لا یحتمل فیه سقوطه من قیامه قد اُلِّفَتْ فی الصلاة فیه عند جریانه رسائل وفتاوی،فعامة علماء امصارنا واعصارنا علی الحاقه بالبری فافسدوا الصلاة فیه عند جریانه ولم یجیزوا التیمم فیه عند عدم الماء والبعض جوزوا الصلاة لکونه کالبحری فی امتناع الخروج عنه عند حرکته وسیره وفی عدم اضطرابه واستقامة سیره علی مسیره وفی کونه کالسریر کما جوزوها فی الفلک القار وعللوه بانه کالسریر وهذه العلة مشترکة ومنشأ کل ذلک انه لیس بایدی الراکبین السائرین لافی السیر ولا فی الایقاف بل له

مواقف متعينة وكذا ساعات وقوفه فلا يقف بارادة احدهم اثناء السير ولا بزيادة على تلك الساعات فی مواقفها لکن هذا کله عذر من قِبَلِ العباد لاعذر سماوی حتی يحل التيمم ويجوز الصلاة بخلاف الماء تحت الفلک۔

علأان النزول عنه فی مواقفه ممكن وكذا ان يركبوه بعد النزول هناک وان لم يقف لهم وان لا يواجروه الا الی هناک وکذا عدم رکوبهم اصلا ممکن لهم اذ لا ضرورة لهم الی رکوبه فی الوصول الی منتهی سفرهم هذا۔

ولكن النظر فی موارد النصوص ومظانها لا يوجب فساد الصلاة فيه لعدم فصلها بين مراكب البحر والبر فالمسألة اجتهادية من الائمة الا ان الظاهر ان عذر مجرد مظنة الدور ان من غير وقوعه فی اسقاط رکن القيام ليس اشد من عذر امتنا ع الخروج عن هذا المرکب الدخانی عادة عند سيره مع ان مجرد حرکة المصلی حرکة خفيفة لا يعتد بها بحرکة مکان صلاته غير ظاهر الافساد للصلاة والا لکانت مفسدة لها فی السفينة ايضا ولم يدل علی افساده نص او قياس ظاهر قاله فی صرح الحماية۔

قلت: لم يطمئن قلبی بما افاده فی آخر کلامه مما يومی الی جواز الصلاة فی الريل عند مسيره والاحوط: ان لا يصلی فيه صلاة عند مسيره ولا يتيمم فيه لها فان له وقفات لتسع لاداء الصلاة بأحسن وجه وقلما لا يوجد الماء فی وقفة منها وانی رکبت فيه مايزيد علی مأة مرة طول الليل وکمال النهار فکلما حان الصلاة نزلت عنه عند وقفة فتوضأت فيها ثم رکبت ونزلت عند وقفة اخری فصليت فيها وما اتفق لی مرة ان لم اقدر علی الصلاة خارجة او لم اجد الماء فالاشبه عدم جواز الصلاة فيه عند مسيره وان لا يرخص عند ما يسير للتيمم فيه مع ان فيه خروجا عن الخلاف المندوب اليه فی کتب معاشرنا الاحناف۔التعليق المجلی لما فی منية المصلی ص: ۲۵۴، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ

"التعليق المجلی" سے حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ کے حاشیہ کی عبارت جو مسئلہ دائرہ سے متعلق تھی وہ من وعن نقل کر دی گئی۔ اگر حاشیہ مذکورہ کو بنظر عمیق دیکھا جائے تو کئی شبہات کا ازالہ خود بخود ہو جائے گا۔

محدث سورتی کے ان الفاظ "الأحوط أن لا يصلی فيه صلاة عن مسيره" سے یہ شبہ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی کہ حضرت محدث سورتی چلتی ٹرین پر فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی جائز خلاف اولی سمجھتے ہیں، تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ شروع ہی سے یہ مسئلہ اختلافی رہا ہے۔

شاید اسی لئے ایک سطر پہلے کی اس عبارت کو "قلت: لم يطمئن قلبی بما أفاده فی آخر کلامه مما يومی إلی جواز الصلوة" جس میں محدث سورتی نے جواز صلوۃ پر عدم اطمنان قلب کا اظہار کیا تھا، مصلحت کے خلاف سمجھ کر چھوڑ دیا گیا اور اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ "الاحوط" سے "لم اجد الماء" تک پانچ سطر کی عبارت اپنے مقالے میں نقل کی گئی مگر معا بعد "والاشبه عدم جواز الصلوة فيه عند مسيره" جو ایک سطر کی عبارت اسی سے بالکل متصل تھی اور جس میں حضرت محدث سورتی نے اپنا فیصلہ سنایا تھا، نہ جانے کس حکمت بالغہ کے تحت گول کر دیا گیا۔

اس لئے کسی کو محدث سورتی کے ان الفاظ "والأحوط أن لا يصلی فيه صلاة عند ميسره" سے چلتی ریل پر جواز نماز کا شبہ نہ گذرے، کیوں کہ انہوں نے اخیر میں بہت واضح لفظوں میں یوں فیصلہ فرمایا: "والأشبه عدم جواز الصلاة فيه عند ميسره وأن لا يرخص عند ما يسير للتيمم فيه"۔

اور جہاں تک حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی اور حضرت مولانا نوراللہ نعیمی بصیرپوری کے فتوی کا سوال ہے تو ان حضرات نے چلتی ٹرین کا الحاق چلتی کشتی کے ساتھ کیا ہے جیسا کہ ان کی عبارات سے ظاہر ہے، اور چلتی کشتی پر نماز کی صحت کے لئے استقرار علی الارض اور اتحاد مکان شرط نہیں اور نہ ہی یہ ممکن۔ لیکن عامۂ علما وفقہا نے چلتی ٹرین کو مرکب برّی کے ساتھ لاحق کیا ہے جیسا کہ "التعليق المجلی" میں ہے "فعامة علماء أمصارنا وأعصارنا علی إلحاقه بالبرّی فأفسدوا الصلوة فيه عند

جریانه ولم یجیزوا التیمم فیه عن عدم الماء والبعض جوزوا الصلوة لکونه کالبحری(الی ان قال)ھذا کلہ عذر من قِبَلِ العباد لا عذر سماوی حتی یحل التیمم ویجوز الصلاۃ بخلاف تحت الفلک" حاشیۂ مذکورہ سے ظاہر ہے کہ عام علما وفقہا نے چلتی ٹرین کو مرکب برّی کے حکم میں رکھا ہے جس کی بنا پر صحت نماز کے لئے استقرار علی الارض اور اتحاد مکان شرط ہے اور یہ شرط اجماعی واتفاقی ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں، اسلئے ان فقہا نے اس اصل اجماعی پر تفریع کرتے ہوئے فرمایا کہ چلتی ٹرین پر فرض وواجب کی ادائیگی صحیح نہیں چلتی ٹرین کا مرکب برّی کے ساتھ الحاق کرنے والے علما وفقہا میں سے کسی نے یہ نہیں فرمایا کہ استقرار علی الارض اور اتحاد مکان کی شرطوں کے فقدان کی صورت میں بھی چلتی ٹرین پر نماز جائز ہے اعادہ کی حاجت نہیں، (الا یہ کہ عذر سماوی ہو) تو اصل اجماعی پر متفرع ہونے والا حکم بھی اجماعی واتفاقی ہوا، اور مولانا عبدالحی فرنگی محلی اور مولانا نور اللہ نعیمی بصیر پوری کے اختلاف کو پیش کرنا غلط کہ جب دو مختلف بنیادوں پر حکم مختلف ہے تو ان کا اختلاف اس اتفاقی مسئلہ میں کیوں کر موثر؟۔

بتایا جائے کہ ریل کی ایجاد سے لے کر اب تک کسی عالم، فقیہ اور مفتی نے ٹرین کو مرکب برّی کے ساتھ لاحق کرتے ہوئے یہ فتوی دیا کہ چلتی ٹرین پر فرض وواجب کی ادائیگی درست ہے؟ یا کسی نے یہ فرمایا کہ عذر سماوی کے تحقق کے بغیر استقرار علی الارض اور اتحاد مکان کی شرطوں کے فقدان کے باوجود چلتی ٹرین پر نماز جائز ہے اعادہ کی حاجت نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہو تو ثبوت پیش کیا جائے، اور اگر جواب نفی میں ہو تو تسلیم کیا جائے کہ اصل اجماعی (کہ منع من جھۃ العباد تغییر حکم میں موثر نہیں) پر جو حکم متفرع ہو وہ بھی اجماعی ہے، کیا اب بھی نہ کھلا کہ جو حکم اجماع مسلمین کے موافق چلا آرہا تھا آپ کے فیصلے نے اسے بدل دیا، عذر من جھۃ العباد کی صورت میں چلتی ٹرین پر فرض وواجب کی ادائیگی کے جواز بلا اعادہ کا حکم دینا کیا اجماع مسلمین کے خلاف نہیں؟۔ مفہوم موافق چھوڑ کر اعلی حضرت کی عبارت کا بزعم خود مفہوم مخالف نکالنے سے منع من جھۃ العباد، منع سماوی ہو جائے گا؟ نہیں، ہرگز نہیں، تو ماننا ہوگا کہ اعلی حضرت قدس سرہ کے زمانہ میں جس بنیاد پر چلتی ٹرین میں فرض وواجب کی ادئیگی

کے عدم جواز کا فتوی دیا گیا تھا وہ بنیاد اب بھی برقرار ہے لہذا اس زمانے میں بھی عدم جواز ہی کا حکم ہوگا اس کے برخلاف کوئی بھی فیصلہ اجماع کا رافع اور تصریحات اعلی حضرت کے مخالف ہوگا۔

اختتام فیصلہ پر ایک سوال و جواب درج ہے جواب غلط ہے ہم صحیح جواب الفاظ فیصلہ میں قدرے تصرف کے ساتھ درج کرتے ہیں:

پہلے سوال اور ان کا غلط جواب پڑھ لیں پھر ''اقول'' کے تحت میرا صحیح جواب پڑھیں۔

قولہ: سوال: چلتی ٹرین پر کسی نے اول وقت یا درمیان وقت میں نماز پڑھ لی جب کہ اسے امید ہے کہ آخر وقت تک ٹرین رکے گی اور اسے زمین پر اتر کر یا رکی ہوئی ٹرین پر نماز پڑھنے کا موقع مل جائے گا تو اس کی پڑھی ہوئی نماز ادا ہوئی یا نہیں؟

غلط جواب: ایسے شخص کی نماز صحیح ہے، اسے بعد میں دہرانے کی حاجت نہیں، کیوں کہ نماز کا وقت نماز کے لئے ''ظرف'' ہے۔ ''معیار'' نہیں، اور نماز کا سبب اس کے وقت کا وہ حصہ ہے جو نماز کی ادائیگی سے متصل ہے۔ جیسا کہ اصول فقہ کی کتابوں میں اس کی صراحت موجود ہے تو اس نمازی نے سبب پائے جانے کے ساتھ نماز ادا کی اور چوں کہ عذر سماوی کی بنا پر بعض شرائط کے تکمیل سے قاصر تھا اس لئے اس کی نماز ہوگئی اور اعادہ کی حاجت نہیں کیوں کہ نمازی، نماز کے ارادہ اور آغاز ادا کی حالت کے اعتبار سے ہی شرائط و ارکان کی ادائیگی کا مکلف ہوتا ہے اور اس نے اپنی موجودہ قدرت کے اعتبار سے نماز ادا کر لی ہے۔ البتہ اس کے لئے نماز کو آخری وقت تک موخر کرنا مستحب ہے۔ اس کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ مسافر کو جب آخری وقت تک پانی ملنے کا یقین یا ظن غالب ہو تو اس کے لئے تیمم کو آخری وقت تک موخر کرنا مستحب ہے، واجب نہیں لہذا اگر وہ آخری وقت کا انتظار کئے بغیر اس سے پہلے ہی تیمم کر کے نماز پڑھ لے تو نماز صحیح ہے۔ اور وقت کے اندر پانی مل جانے کے بعد اس کو وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں۔ ردالمحتار میں ایسا ہی ایک دوسرا مسئلہ بھی ہے۔

(ملاحظہ ہو تنویر الابصار، درمختار، ردالمحتار باب التیمّم، ج:۱ ص:۴۰۷، داراحیاء التراث العربی۔ بیروت، باب الوتر والنوافل، ج:۲ ص:۴۹۰، دارالکتب العلمیۃ، بیروت طبع ثانی)

(متن فیصلہ

مجلس شرعی مطبوعہ ماہنامہ اشرفیہ جولائی ۲۰۱۳ء)

اقول: صحیح جواب یہ ہے ۔فرض اور واجب حقیقی یا حکمی کی ادائیگی صحیح ہونے کے لئے زمین یا تابع زمین پر استقرار اور اتحاد مکان (تمام ارکان کی ایک جگہ ادائیگی) شرط ہے۔مگر جب کوئی مانع درپیش ہوتو حکم بدل جاتا ہے۔

اگر یہ مانع یا عذر،سماوی ہے تو دونوں شرطوں کے فقدان کے باوجود فرض وواجب کی ادائیگی صحیح ہوگی اور بعد میں اس نماز کا اعادہ بھی نہیں۔لیکن مانع اگر ایسا ہے جو کسی بندے کی جانب سے ہے اور وہ براہ راست یا بطور سبب قریب صحیح طریقے پر ادائے نماز سے روک رہا ہے تو حکم یہ ہے کہ بحالت مانع جیسے ممکن ہو نماز پڑھ لے پھر بعد میں اس کا اعادہ کرے۔چلتی ٹرین میں استقرار علی الارض کی شرط مفقود ہے۔ہاں اگر ٹرین رکی ہوئی ہو تو وہ تخت کی طرح زمین پر مستقر ہے اور اس پر نماز صحیح ہے۔ **ھذا ماظھر لی و العلم بالحق عند اللہ تعالی و علمہ اعلی و اتم و اللہ اعلم بالصواب**

قال بفمہ و امر برقمہ

فقیر: محمد اختر رضا قادری ازہری غفر لہ